قسط ۱۶

عہدِ مغلیہ یورپی سیاحوں کی نظر میں

۱۶۱۶ء ۱۶۱۹ء

پروفیسر محمد عمر، شعبہ تاریخ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ

موت اور قبرستان: سڑکوں اور مکانوں سے دُور ان کے قبرستان ہوتے تھے قبر کے اندر کی زمین چکنی یا اس پر فرش بنا ہوتا تھا۔ پانی کے کنوے کے برابر گہرا "ایک گڈھا" اس کے وسط میں بنایا جاتا تھا۔ لوہے کی گول سلاخوں سے بنے ہوئے ایک تابوت میں وہ لوگ میت کو لے جاتے تھے۔ چونکہ اس سے آگ نکلتی تھی اس لئے لکڑی کا تابوت نہیں بناتے تھے اس کنوے کے آس پاس زمین پر یا اندر فرش پر" میت کو رکھتے تھے اور باریک ایک سفید چادر سے اسے ڈھک دیتے تھے۔ دارو یا "ہربود" اس میت کے ساتھ نیچے اترتا۔ نیچے پہونچکر جمع شدہ سامعین کو مخاطب کرتے ہوئے وہ یہ الفاظ کہتا۔ "چوں کہ میت چار عناصر پر مشتمل تھی لہٰذا میں چاہتا ہوں کہ ان میں سے ہر ایک اب اپنا فرض انجام دے۔" ان کی میت کو گدھ کھا جاتے اور وہ میت وہاں اس وقت تک پڑی رہتی جب تک دوسری نعشیں نہ لائی جاتیں۔ اس کے ہڈی کے ڈھانچے کو دوسروں کے لئے جگہ خالی کرنے کے لئے وہ لوگ اسی گہرے گڈھے میں پھینک دیتے۔

سیاروں پر عقیدہ:

وہ لوگ آگ اور اس کے مشابہ دوسری چیز جیسے سورج و چاند کی پرستش کرتے کو عبادت کرتے وہ سورج کی طرف اور رات کو چاند کی طرف دیکھا کرتے تھے۔ ان ... خانوں میں برابر آگ جلتی رہتی تھی۔ ان کے پجاری دارو یا ہربود کے نام سے یاد ... تھے۔ ان دونوں کے اوپر ایک اعلیٰ پجاری ہوتا تھا۔ دستور یا ...

کرتے تھے جو اکثر ان کے سامنے نہیں آتا تھا۔ ان کے مذہبی قانون کے مطابق بجاریوں کے لیے یہ حکم تھا کہ وہ یا تو عبادت خانہ کے قریب یا اسی میں رہیں تاکہ ان کے پاس آنے والے لوگوں کی وہ رہنمائی کرسکیں۔ وہ لوگ بہت سے تہوار مناتے تھے۔ لیکن ہر ایک تہوار کے بعد روزہ رکھتے تھے۔

(۸) ہندوستان کی صنعتی چیزیں، پھل اور اشیائے نوشی

پھل؛ اس ملک میں کثرت سے خربوزے پیدا ہوتے تھے۔ ان کے علاوہ یہاں تربوز، اخروٹ، لیمو، نارنگی، کھجور، انجیر، انگور، ناریل، کیلا، آم، اناناس، ناشپاتی اور سیب وغیرہ ہوتے تھے۔

شراب اور تاڑی؛

ایک رسیلے" درخت سے" تاڑی کا عرق کھینچا جاتا تھا۔ اس ملک میں ہلکے پھلکے لوگ درخت پر اس پھرتی سے چڑھ جاتے تھے جیسے کہ وہ سیڑھیوں پر چڑھ رہے ہوں"۔ بڑے اور ہلکے" کدو کے بنے ہوئے برتن وہ لوگ اس درخت کی نرم شاخوں کے نیچے لٹکا دیتے تھے۔ تاڑی رات کو کھینچی جاتی تھی۔ اس پر سورج کی روشنی کے پڑنے کے پہلے ہی اس رس کو باہر نکال لیتے تھے۔ نئی ایک شراب کی طرح یہ خوش ذائقہ ہوتی تھی۔ یہ شراب اثر پذیر، نافع امراض اور غیر نقصان دہ ہوتی تھی۔ اگر اسے سورج کی دھوپ میں چھوڑ دیا جاتا تو وہ اور زیادہ نشہ آور ہو جاتی تھی۔ یہ پتھری کے لئے بہت اچھی ثابت ہوتی تھی کیونکہ وہ اس کے درد کو کم کر دیتی تھی۔ یہ بہت سستی ہوتی تھی۔

بعض عام قسم کی شراب شکر سے بنائی جاتی تھی جسے لوگ "عرق" کہتے تھے ارمینی لوگ شکر اور دوسرے عناصر سے یہ شراب بناتے تھے۔ یہ سخت اور صحت بخش ہوتی تھی۔ یہ فروخت کی جاتی تھی۔ یہاں اچھے اور میٹھے کثرت سے انگور ملتے تھے۔ لیکن اس سے کسی قسم کی شراب نہ بنائی جاتی تھی۔

شراب نوشی کے پیالے گینڈوں کے سینگوں سے بنائے جاتے تھے۔ وہ دستیاب ہو جاتے تھے لیکن عام طور پر نہیں۔ ان پیالوں میں رکھنے سے اس شراب میں بعض مخصوص "خصائص"

پیدا ہو جاتے تھے۔

قہوہ:

بہت دیندار لوگ ایک قسم کا عرق پیتے تھے جسے وہ قہوہ کہتے تھے۔ پانی میں کالے بیج ابال لئے جاتے تھے۔ وہ پانی کالا ہو جاتا تھا۔ اس سے پانی کا ذائقہ بہت کم بدلتا تھا۔ یہ عرق آدمی میں جوش پیدا کر دیتا اور خون صاف کرتا تھا۔

پان:

یہ "بہت نازک ایک پتا" ہوتا تھا جو چھالی اور سفید چونے کے ساتھ کھایا جاتا تھا۔ اس کا رس چوسا جاتا اور بقیہ "اُگل دیتے" تھے۔ ٹیری نے لکھا ہے کہ "مجھے اس بات کا پورا یقین ہے کہ بند ایک کمرے میں اگر کوئی پان چبا رہا ہو تو اس کھانے والے کی سانس اس کمرے کو بہت خوشگوار مہک سے بھر دیتی ہے۔"

رضائیاں:

وہ لوگ مصنوعی طور پر ریشمی کپڑے بنتے تھے جن میں سے بعض "بڑی خوبصورتی سے نقرئی اور طلائی دھاگوں سے بنے ہوتے تھے"۔ وہ لوگ چھینٹ کے رنگین کپڑوں سے رضائیاں بناتے تھے۔ ان رضائیوں میں وہ لوگ بڑے عمدہ طریقے سے ڈورے ڈالتے تھے۔

قالینیں:

تین گز سے زیادہ چوڑی اور بہت لمبی، عمدہ رنگ برنگی قالینیں وہ لوگ سوتی دھاگوں سے بناتے تھے۔ عمدہ قسم کی قالینیں ریشم سے بنائی جاتی تھیں۔ ایسی کاریگری سے وہ قالینیں بنائی جاتی تھیں کہ ان میں سے بنائے گئے پھول اور تصویریں بڑی خوبصورتی سے ظاہر ہوتی تھیں۔ بہت پُر تکلف قالینوں کی زمینیں عام طور پر نقرئی یا طلائی ہوتی تھیں جن پر ریشمی پھول اور تصویریں بنی ہوتی تھیں۔

صندوق اور صندوقچے:

صندوقوں، صندوقچیوں، چوکیوں، چھوٹی الماریوں اور رکھڑ دیچیوں کے بنانے میں انھیں "اعلیٰ ترین دسترس" حاصل تھی۔ ایسے سامان اندر اور باہر دونوں طرف سے اچھی طرح

بنے ہوتے تھے۔ ان میں ہاتھی دانت، صدف، تار اور کچھوے جڑے ہوتے تھے۔ عقیق کے علاوہ پیالے بناتے تھے۔ پلنگ کی چادروں، صندوقوں، بڑے صندوقوں، پھل رکھنے کی تشتوں پر "بڑی صفائی" سے وہ نقاشی کرتے تھے۔ جب ان پر جڑاؤ کا کام نہ ہوتا تو ان کے اوپر وہ موتی گوند لگا دیتے تھے۔ اور بڑی صفائی سے ان پر نقرئی طلائی یا دوسرے رنگوں سے نقش و نگار بنا دیتے تھے۔ اس کے بعد ان پر چمکیلی قلعی کر دیتے تھے۔

بوٹ اور جوتے:

وہ لوگ انگریزی طرز کے مطابق جوتے، بوٹ، کپڑے کے جوتے، فیتے اور دستانے اور پیٹیاں بناتے تھے۔ "جو ان کے طرزوں اور طریقوں سے مختلف ہیں" وہ ان چیزوں کو بہت خوبصورت بناتے تھے۔

کشتیاں:

ان کی کشتیاں بہت وزنی سامان لے جاتی تھیں۔ ان میں سے بعض کے سامان کا وزن ۴ یا ۵ ٹن ہوتا تھا۔ ان کی بناوٹ اچھی نہیں ہوتی تھی۔ وہ چوڑی اور چھوٹی ہوتی تھیں۔ وہ بہت بڑی ہوتی تھیں اور مسافروں کو ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جاتی تھیں۔ بہت بڑی کشتیوں میں ٹیری نے مسافروں کا شمار کیا تھا۔ ان کی تعداد ستّرہ سو تھی۔ ان کی کشتیوں کے رسّے بہت عمدہ ہوتے تھے۔

(۹) متفرقات

خسرو:

ٹیری نے لکھا ہے کہ خسرو کی آنکھوں کو ایسی چیز سے مہر بند کر دیا گیا تھا جو ہٹایا نہیں جا سکتا تھا۔ جہاں تک اس شہزادے کے کردار کا سوال تھا تو اس نے لکھا ہے کہ "اسکی وضع میں بہت دلکش ایک شرافت پائی جاتی تھی" عام لوگ اس سے اس قدر محبت کرتے تھے کہ وہ ان کی محبت کا مرکز اور خوشی کا باعث بن گیا تھا۔ وہ ایسا ایک شخص تھا جس کے ایک بیوی تھی جس نے ہر قسم کی خوشی اور تکلیف میں اس کا ساتھ دیا تھا۔ شہزادے کی موت کے بارے میں ٹیری کی رائے یہ ہے کہ "اس کے بھائی خرم نے اس بے حد بہادر شہزادے کا گلا گھونٹ دیا تھا۔

شہاب ثاقب:

۱۶۲۱ء، ماہ نومبر میں شعلہ فشاں دو ستارے۔ ایک شمال میں اور دوسرا جنوب میں نمودار ہوئے۔ شمالی ستارہ "شعلہ فشاں ایک مشعل کی طرح" معلوم ہو رہا تھا اور جنوبی ستارہ ایسا معلوم ہو رہا تھا ——— کہ "جیسے آگ سے اُبل کر باہر نکلتا ہوا ایک گھڑا ہو" اس واقعہ کے تھوڑے ہی دنوں کے بعد جنوب میں بارش نہ ہوئی اور شاہی فوج کو خرم نے شمال میں ہی کام میں لگائے رکھا۔

جہانگیر کے بھتیجے:

جہانگیر کے بھتیجوں نے عیسائی مذہب قبول کر لیا تھا لیکن بعد میں انہوں نے اس فرقے کو ترک کر دیا تھا کیونکہ یسوعی لوگ انھیں عیسائی مذہب کی بیبیاں اور عہدے دنیائے مسیحیت سے مہیا نہیں کر سکتے تھے۔

فادر کورسٹے کے مکان کو جلایا جانا:

فادر کورسٹے کا مکان جل کر خاکستر ہو گیا لیکن صلیب کو کوئی نقصان نہ پہنچا۔ فادری اس صلیب کو بادشاہ کے پاس لے گیا اور یہ اعلان کیا کہ یہ ایک معجزہ تھا۔ شہزادہ خرم نے جو وہاں موجود تھا، یہ تجویز پیش کی کہ اسی وقت وہ وہیں آگ جلائے گا اور فادر اس صلیب کو اس میں ڈال دے اور اگر وہ نہ جلی تو وہ سب کے سب عیسائی مذہب قبول کر لیں گے۔ لیکن اگر صلیب جل گئی تو فادر کو خود کو جلانا ہوگا۔ بعض وجوہ کی بنا پر فادر نے اس شرط کو منظور نہ کیا۔

لوگوں کا عیسائی مذہب قبول کرنا:

ٹیری کا بیان ہے کہ یسوعی لوگ فخریہ انداز میں اس بات کا دعویٰ کرتے تھے کہ ان کے اثر سے بہتوں نے عیسائی مذہب قبول کر لیا تھا لیکن یہ صرف افواہیں تھیں۔ انہوں نے بہت سے تھوڑے لوگوں کو حلقۂ عیسائیت میں داخل کر لیا تھا۔ وہ غریب طبقے کے لوگ تھے جو ان کے سہارے گذر بسر کرتے تھے۔ اٹلی کے چند جواہر فروشوں، یورپی مسافروں اور دوسرے اقوام کے تھوڑے سے لوگوں پر عبادت گذاروں کی جماعت مشتمل تھی۔" ان کے گرجا گھر تھے لیکن مذہبی پیشوا نہ تھے"

روا داری: ٹیری نے لکھا ہے کہ کوریٹ نے ایک بار مقامی زبان میں یہ الفاظ کہے "لا الٰہ اللہ

حضرت علیٰ ابن اللہ" اور اس نے مزید یہ کہا کہ "پیغمبر اسلام ریاکار تھے" (نعوذ باللہ) ٹیری نے لکھا ہے کہ "ایشیا کے اگر کسی دوسرے ملک میں ایسی بات کہی گئی ہوتی تو اُسے بڑی تعذیب کے ساتھ اپنی زندگی سے ہاتھ دھونا پڑتا۔ لیکن اسے یہاں ایک پاگل آدمی سمجھ کر چھوڑ دیا گیا۔"

ترکی کے بادشاہ کے لئے پیغام :

ترکی کا سفیر جب واپس جانے لگا تو اس نے شہنشاہ (جہانگیر) سے دریافت کیا کہ اسے اس کے آقا کے لئے کون سا پیغام دیا گیا۔ شہنشاہ نے جواب دیا" اپنے آقا سے یہ کہنا کہ وہ میرا غلام ہے کیونکہ میرے مورثِ اعلیٰ نے اس پر فتح حاصل کی تھی۔

انارکلی :

ٹیری نے لکھا ہے کہ انارکلی، اکبر کی بے حد چہیتی بیوی تھی۔ اس نے یہ بھی لکھا ہے کہ والد اور بیٹے کے تعلقات خوشگوار نہ تھے کیونکہ سلیم کے انارکلی سے تعلقات تھے۔

مغل پرچم :

شاہی پرچم شاہی تاج پہنے ہوئے ایک شیر کی طرح تھا جو سورج کے ایک حصّے پر سایہ فگن تھا۔

(۱۱) پیٹرا ڈیلا ویلا (۱۶۲۳ء)

سوانح عمری :

روم کے قدیم اور معروف ایک خاندان سے پیٹرا ڈیلا ویلا کا تعلق تھا۔ اس کے باپ کا نام پمپیو ڈیلا ویلا تھا۔ اپریل ۱۵۸۶ء میں پیٹرا کی ولادت ہوئی تھی۔ اس کی ابتدائی زندگی کے حالات بہت کم معلوم ہوتے ہیں۔

۱۶۱۱ء میں اس نے اسپینی جنگی بحری بیڑے میں نوکری کر لی تھی جو باربری پہ حملہ کرنے کے لئے بھیجا گیا تھا۔ وہ واپس لوٹا لیکن کسی کے ساتھ محبت کے معاملے میں مایوسی کی وجہ سے وہ نیپلس میں رُک گیا۔ وہاں اس کے ایک دوست پر یوسیج پینو نے اسے مشرقی ممالک میں سفر کرنے کا مشورہ دیا۔ لہٰذا ۸ رجون ۱۶۱۴ء کو وینس سے استنبول جانے کے لئے وہ

بحری جہاز میں سوار ہوا۔ ستمبر ۱۶۱۴ء تک وہ عثمانیوں کے دار الخلافہ میں رہا۔ اس کے بعد وہ ایشیائے کوچک، مصر، ماونٹ سنائی اور فلسطین کے سفر پر روانہ ہوا۔ وہ جیروشلم، الیپو، دمشق اور بغداد گیا۔ بغداد میں اس نے مایو نی گیوریڈا نامی سیریائی ۱۸ سالہ نوجوان ایک لڑکی سے شادی کرلی۔ فارس کی سیاحتوں میں وہ اس کے ہمراہ گئی۔

۱۶۱۶ء میں وہ ایران میں موجود تھا۔ اس ملک میں اس نے ہمدان، اصفہان اور شیراز شہر دیکھے۔ ایک بار وہ شاہ عباس کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ۳۰ دسمبر ۱۶۲۱ء کو مینا میں اس کی بیوی کا انتقال ہوگیا۔ اس نے اس کی نعش کو مسالا لگا کر ایک تابوت میں رکھ دیا اور مرحومہ کے جورجیائی غلام لڑکی کے ساتھ وہ اس تابوت کو پورے سفر میں اپنے ساتھ لے گیا۔

ہندوستان کے لئے وہ بندر عباس سے جنوری ۱۶۲۲ء میں بحری جہاز میں سوار ہوا اور اسی سال ۱۰ فروری کو سورت پہونچا۔ ہندوستان کے شہروں میں اس نے کمبایت، احمد آباد، چول گووا، اکرتی، برسی لور، منگلور اور کالی کٹ دیکھے۔ آخر الذکر شہر سے ساحلی علاقے میں سفر کرتا ہوا وہ گووا واپس لوٹ آیا۔ اور وہاں سے بحری جہاز سے (۱۶ نومبر ۱۶۲۴ء) مسکت کے لئے روانہ ہوا۔ وہاں سے اس نے بصرہ، الیپو، سالی پرس، مالٹا، سسلی، اور نیپلس کا راستہ اختیار کیا جہاں وہ ۵ فروری ۱۶۲۶ء کو پہونچا۔ اسی سال ۲۲ مارچ کو وہ روم لوٹ آیا اور خاندانی گرجے کے تہ خانے میں اپنی بیوی کو سپرد خاک کردیا۔ اس نے اس جورجیائی غلام لڑکی سے شادی کرلی جس سے ۱۴ بچے پیدا ہوئے۔ اپریل ۱۶۵۲ء میں اس نے وفات پائی اور چرچ آف اراسیلی میں واقع سین بر نیڈ نیوڈی کے کلیسا میں اسے دفن کر دیا گیا۔

اس کی تصنیف اطالوی زبان میں پہلی مرتبہ ۱۶۶۳ء میں شائع ہوئی تھی اور شہزادہ ... پوچوگی کے نام معنون کی گئی تھی جو مقدس کلیسا کا صدر تھا۔

ہندوستان میں اس کی سیاحت محدود تھی۔ "یہ بات قابل افسوس ہے کہ اس نے اس سے ... علاقہ کا دورہ نہ کیا۔ لیکن یہ خطوط جن میں صرف ایک ملک کے محدود علاقوں کا ذکر ہے ... ان پر مشتمل ہیں۔ اور ہماری آنکھوں کے سامنے وہاں کے لوگوں اور ان کے عادات

واطوار کی جیتی جاگتی تصویر پیش کرتے ہیں جیسے کہ وہ ۱۷ویں صدی کے اوائل میں پائے جاتے تھے" ہندوستان کی تاریخ کے طالب علموں کو یہ بات ذہن میں رکھنی چاہیئے کہ مغلیہ ہندوستان کے اس نے صرف تین شہروں کو دیکھا تھا۔

پھر بھی" ہمیں یہ بات فراموش نہیں کرنی چاہیئے کہ وہ پہلا ایسا سیاح تھا جو دوسرے ہرم میں داخل ہوا اور اس نے یورپ کو ممی (وہ لاش جو مسالہ لگا کر محفوظ کر لی جاتی ہے) بھیجیں جو آثار قدیمہ کے ذخیرے میں ڈریسڈن میں محفوظ ہیں۔ وہ پہلا شخص تھا جس نے چٹانی کتبات اور اسیریا (آشور) کی قدیم خط تحریر کی طرف توجہ کی، جن کی بعض نقلیں وہ اپنے ساتھ لایا۔ حالانکہ ان کے پڑھنے کی اس میں صلاحیت نہ تھی لیکن اس نے یہ پتا لگانے میں بڑی ہوشیاری کا ثبوت دیا کہ مشرقی زبانوں میں جدید دور کے کتبات کے بارے میں مروّجہ تصوّر کے برخلاف یہ بتایا کہ ان کتبات کو بائیں طرف سے دائیں طرف پڑھنا چاہیئے۔ ایڈورڈ گرے نے اس تذکرہ کو مدوّن کر کے ہکلیٹ سوسائٹی کی اشاعتوں میں دو جلدوں میں شائع کر دیا۔

زیر نظر بیانات اسی کتاب سے ماخوذ ہیں۔

(۱) شہر، قصبے، ... ب اور سرائیں

سورت کا محصول خانہ (چوکی):

سورت میں چنگی خانہ کو" دوگانا" کہتے تھے۔ حکام بڑے" غور" سے چیزوں کو دیکھتے تھے۔" وہ لوگ مسافروں کو اس وقت تک شہر کے اندر داخل ہونے نہیں دیتے تھے جب تک ان کے بارے میں مکمل معلومات دستیاب نہ ہو جائیں اور ان کے پاس پروانۂ راہداری نہ ہو"۔ حکام لوگ بڑی" ہوشیاری" اور ترتیب کے ساتھ آگے بڑھتے تھے۔ ایک غلام لڑکی کی کیفیت کے بارے میں انھیں معلومات حاصل کرنی تھیں۔ حکام نے حکم دیا کہ" اس کے ساتھ نہ تو سختی اور نہ ہی بدسلوکی کی جائے"۔

سورت میں واقع گوپی تلاؤ:

یہ بڑا ایک تالاب تھا۔ کئی سمتوں اور زاویوں میں اس میں پتھر لگے ہوئے تھے۔ پانی

کی سطح تک پہونچنے کے لئے سیڑھیاں بنی ہوئی تھیں۔ تالاب کے وسط میں ایک جزیرہ واقع تھا۔ تیر کر یا کشتی کے ذریعہ وہاں تک پہونچا جاسکتا تھا۔ پیٹرا نے اس کے قریب ایک نالی دیکھی تھی جو" بہت بڑی اور گہری تھی۔ اس کے ذریعہ بڑے تالاب سے چھوٹے تالاب میں پانی لے جایا جاتا تھا" جواچھی خاصی دوری پر واقع تھا"۔ اس کے اوپر کئی پُل بنے ہوئے تھے۔ ان دونوں تالابوں کے درمیان کسی امیر کا مقبرہ بنا ہوا تھا۔

احمد آباد کی ایک جھیل؛

یہ "مصنوعی تھی، پتھر کی بنی ہوئی تھی"۔ "بہت سے زاویوں میں سیڑھیاں بنی ہوئی تھیں"۔ پیٹرا نے اس کے عرض کا اندازہ لگایا تھا جو آدھی میل تھی۔ اس جھیل کے وسط میں بھی ایک "جزیرہ" تھا لیکن سورت کی جھیل کے برعکس یہ محرابی ایک پُل کے ذریعہ بر اعظم سے جڑی ہوئی تھی۔ وہ پُل اچھا خاصا بنا ہوا تھا جس کے اوپر سے ہندوستانی دو بیل گاڑیاں ساتھ ساتھ بیک وقت گذر سکتی تھیں۔ پیٹرا نے لکھا ہے کہ فی الواقع یہ ہندوستانی جھیلیں "خوبصورت" چیزیں ہیں اور ان میں سے بہتوں کو دنیا کی بہت قابلِ ذکر ڈھانچوں یا عمارتوں میں شمار کرنا چاہیئے"۔

احمد آباد کی کارواں سرائے؛

عام طور پر احمد آباد اور ہندوستان کے دوسرے شہروں کے مسافر خانے، فارس اور ترکی کے مسافر خانوں کی طرح نہ تھے۔ "مسافروں کے قیام کے لئے ایک عمارت ہوتی تھی جس میں قیام کے لئے اِدھر اُدھر کافی جگہ ہوتی تھی اور کمرے ایک دوسرے سے الگ اور جڑے ہوئے ہوتے تھے۔ ان کمروں میں مسافر قیام کرتے تھے۔ ہندوستانی سرائیں ایسی بنی ہوتی تھیں جیسے کہ شہروں کی بڑی گلیاں جن میں مسافر رہتے تھے۔ ان میں کرایہ پر گھر لئے جاسکتے تھے۔ سامانوں کی حفاظت کے لئے ان گلیوں کے دروازوں میں رات کو تالے بند کردئے جاتے تھے۔ ان کو کارواں سرائے کہتے تھے۔

پیٹرا کے بیان میں اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ فارس کی سرایوں کی طرز پر بنی ہوئی ہندوستان میں بھی سرائیں ملتی تھیں کیونکہ اس نے احمد آباد کے ذکر میں چھتہ دار طرز پر بنی ہوئی دوسراؤں کا حوالہ دیا ہے۔

کمبیات میں جانوروں اور پرندوں کے اسپتال؛ (۱) بیمار لولے لنگڑے اپنے جوڑے سے

محروم (نر ہو یا مادہ) پرندوں کو وہاں رکھا جاتا تھا۔ جو لوگ ان کی دیکھ بھال کرتے تھے ان کی تنخواہیں عوام کے خیراتی فنڈ سے ادا کی جاتی تھیں۔ اسپتال کی عمارت بہت چھوٹی سی تھی۔ بہت سی چڑیوں کے لئے ایک کمرہ کافی تھا۔ وہ لوگ ہر قسم کے پرندے پالتے تھے۔ جنگلی چڑیوں کے اچھے ہو جانے پر وہ انھیں چھوڑ دیتے تھے۔ پالتو چڑیوں کو ایسے لوگوں کو دیا جاتا تھا جو انھیں پالتو جانور کی طرح رکھتے تھے یہاں پیٹرآنے ایسے بوڑھے ایک آدمی کو دیکھا جس کی داڑھی لمبی تھی۔ اس کے ناک کے اوپر چشمہ تھا۔ وہ بوڑھا چڑیوں کے پروں کے ذریعہ چوہے کے بچوں کو دودھ پلا رہا تھا۔ اس نے پیٹرا کو اس بات کا یقین دلایا کہ جیسے ہی وہ بڑے ہو جائیں گے انھیں چھوڑ دیا جائے گا۔

(۲) اسی شہر میں اس نے دوسرا ایک اسپتال دیکھا جہاں لنگڑی اور بیمار بھیڑ بکریوں کا علاج کیا جاتا تھا اور مور اور دوسرے جانوروں کو بھی داخل کرتے تھے۔

(۳) دوسرے ایک مقام پر اس نے گائیوں اور بچھڑوں کا اسپتال دیکھا۔ اس اسپتال میں اس نے ایسے ایک مسلمان کو دیکھا جس کے دونوں ہاتھ کٹے ہوئے تھے۔ ہندو لوگ اُسے وہاں لائے تھے اور اس لئے اسے کھانا کھلاتے تھے کہ شکستہ حالی کی وجہ سے وہ مر نہ جائے۔ (جاری)

باقی صحیح جوابات: ۵:۔ ۱۹۱۷ء ۶:۔ کارل مارکس ۷:۔ موتی مسجد آگرہ ۸:۔ مسجد قبا، مسجد الحرام، مسجد اقصیٰ، مسجد ضرار ۹:۔ جنگ فجار ۱۰:۔ صفوان بن امیہ۔

12 5 4 21
2. 11 93

درست جوابات دینے والے قارئین کے نام اس طرح ہیں:۔

ڈاکٹر اقبال احمد عثمانی، نہٹور، بجنور۔ خالد اشفاق، دیوبند۔ ڈاکٹر ضمیر حسن، جامعہ طبیہ دیوبند۔ محمد طیب، محمد سجاد قادری، رابعہ علی، ذاکر نگر، اوکھلا۔ سید تحسین عارف، میرٹھ۔ محمد عباس عالم، مراد آباد۔ محمد ظفر اقبال، مظفر نگر۔ محمد رضوان اختر مہاراشٹر۔ محمد ظہیر خاں، گجرات۔ ثاقب منصور، بلند شہر۔ عتیق اقبال، خورجہ۔ محمد ذیشان عباس، سائرہ صدیقی، محمد طاہر بن یونس اعوان، علی گڑھ۔ حماد ایم رضوان، عمران احمد، عبدالباسط، کانپور۔ عمران احمد، قاری عبیداللہ (افغانی) نئی دہلی عبید اطہر انصاری، غازی آباد۔ اقبال قریشی، دربھنگہ۔ مولوی نعمان الحق، کلکتہ۔

اعلان: قرعہ اندازی کے مطابق سال بھر کے لئے "برہان" مفت حاصل کرنے کے حق دار قاری عبیداللہ (افغانی) قرار پائے۔